دورِ حاضر میں درپیش چیلنجز اور ان کا حل قرآن وسنت اور تعلیماتِ صوفیاء کی روشنی میں

The challenges faced in the present era and their solution in the light of Quran and Sunnah and teachings of Sufis

Muhammad Hashim
M Phil Scholar Islamic Research Center
Bahudeen Zakaria University Multan
Email: Hashim.khan0044@gmail.com
Dr. Razia Shabana
Associate Professor Department of Islamic studies
Bahudeen Zakaria University Multan

Abstract

In this article, there are economic, social and educational problems of the present day, how they can be solved in the light of the teachings of the Sufis and what role they can play in the development and development of the society and the country. The problems that humanity is facing in the present era and especially the problems that the Muslim Ummah has fallen into are the urgent concerns of every Muslim and they include corruption, unemployment, inflation, illiteracy, non-provision of human rights, lack of equality, terrorism, extremism, sectarianism, religious tension, lack of mental and intellectual training, materialism, moral corruption, which are a big challenge for the society and have fallen into these problems. Individuals and society can never develop, whether it is at the domestic or national level or at the international level, there are politics and government, economic and social complications that are a major obstacle to development. Nowadays, it is a challenge to overcome these problems and solve them effectively. Finally, the findings of the research are described and recommendations are also given.

Keywords: Quran and Sunnah, Sufism, solution of problems, Society, state/ government, personality development

تمہید

موجودہ دور میں جو مسائل انسانیت کو درپیش ہیں اور خاص کر امت ِ مسلمہ جن مسائل میں گری ہوئی ہے وہ ہر مسلمان کے لمحہ فکریہ ہے اور کسی چیلنج سے کم نہیں ہے ان میں بدعنوانی، بے روزگاری، مہنگائی، ناخواندگی، انسانی حقوق کی عدم فراہمی، مساوات کا فقدان، دہشت گردی، انتہا پسندی، فرقہ واریت، مذہبی تناو ، ذہنی وفکری تربیت کا فقدان، مادہ پرستی، اخلاقی بگاڑ جیسے مسائل جو معاشرے کیلئے بہت بڑا چیلنج ہیں اور ان مسائل میں گرے ہوئے افراد اور معاشرہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا خواہ وہ ملکی وقومی سطح پر ہو یا بین الاقوامی سطح ہو، سیاست وحکومت ہو یا معاشی، سماجی پیچیدگیاں ہوں جو ترقی میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ عصر حاضر میں ان مسائل پر قابو پانا اور ان کو احسن طریقے سے حل

کرنا ایک چیلنج ہے۔اس آرٹیکل میں موجودہ دور کے معاشی، معاشرتی اور تعلیمی مسائل ہیں ان کو قرآن وسنت اور صوفیاء کرام کی تعلیمات کی روشنی میں کیسے حل کیا جاسکتا ہے۔ معاشرے اور ملک وقوم کی تعمیر وترقی میں کیا کردار ادا کرسکتے ہیں۔اس آرٹیکل میں ذیل مسائل کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

i۔بدعنوانی ii۔ناخواندگی iii۔معاشرتی بے حسی

iv۔مساوات کا فقدان V۔بے روزگاری

1۔بدعنوانی

بدعنوانی جس کو عرف عام رشوت یا کرپشن کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جس ملک وقوم میں رشوت جیسی بیماری داخل ہو جائے تو اس کو ختم کرنا ناممکن ہو جاتا ہے مگر دین اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے انسانیت کو مکمل ضابطہ حیات فراہم کیا ہے۔رشوت کے متعلق قرآن وسنت میں بہت وعید آئی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قرآن کی رو سے

(وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ)۔1

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو"

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ)۔2

"اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو"

حدیث رسول ﷺ کی رو سے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تُلِيَتْ هَذِهِ الْآيَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا} فَقَامَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا سَعْدُ أَطِبْ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقْذِفُ اللُّقْمَةَ الْحَرَامَ فِي جَوْفِهِ مَا يُتَقَبَّلُ مِنْهُ عَمَلَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَأَيُّمَا عَبْدٍ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنَ السُّحْتِ وَالرِّبَا فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ ـ3

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے (يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا (البقرۃ:168) کی تشریح میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے سعد اپنی غذا پاک کرلو! مستجاب الدعوات ہو جاوگے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، بندہ حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کے 40 دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت حرام سے پلا بڑھا ہو اس کیلئے آگ زیادہ بہتر ہے۔"

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نبَتَ منَ السُّحْتِ وكلُّ لحمٍ نبَتَ منَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ» . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ-4

"حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس جسم پر جنت حرام فرما دی ہے جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو"

قرآن مجید و سنت میں کسی دوسرے مسلمان کا مال ناحق اور باطل طریقے سے کھانے کی ممانعت کی گئی ہے اور اس میں ناحق مال کھانے کا ایک طریقہ رشوت بھی ہے جس کے ذریعے سے حق دار کو اس کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور جو ایک بحران کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح کچھ لوگ دوسروں کا مال اس لئے حکام اور صاحب استطاعت کے پاس لے جاتے ہیں کہ ان کو بلیک میل کر کے اور جھوٹ بول کا مال لے لیں ایسے کاروبار سے منع کیا گیا ہے۔ جو کہ دعا کی قبولیت میں رکاوٹ کا سبب ہے۔

بدعنوانی اور تعلیماتِ صوفیاء

بدعنوانی اور رشوت ستانی ایک عالمی مسئلہ ہے اور اس کی تہہ میں کئی اخلاقی اور دینی خرابیاں ہوتی ہے، اس کی وجہ کو سمجھنے کیلئے اس کی تہہ میں پہنچنا ضروری ہے، اصل وجہ یہ ہے دولت دھن اور مال وزر انسانی فطرت کا تقاضا ہے، اس کے ساتھ دولت انسان کی ضرورت بھی ہے، دنیا میں ہر کام روپے اور پیسہ سے ہوتا ہے اچھا کھانا، پینا، عالیشان مکان رکھنے کی تمنا کرنا وغیرہ اگر آدمی سب کچھ حاصل کرلے تب بھی اس کے دل میں تمنا رہ جاتی ہے۔ آدمی کا لالچ کبھی ختم نہیں ہوتا جب بھی اس کا موقع ملتا ہے دولت پانے کی کوشش کرتا ہے کبھی جائز اور کبھی ناجائز طریقے سے، اس طرح انسان کے اندر حلال و حرام، جائز و ناجائز میں فرق مذہب پیدا کرتا ہے اور جب انسان کے اندر حلال و حرام کی سوچ اور اخلاقی اقدار کی کمی ہوتی ہے تو اس کی بڑی وجہ دین و مذہب سے دوری ہے۔ جب آدمی میں آرام و حلال کی تمیز مٹ جاتی ہے اور اس کے طرز بود و باش کا احساس اور شعور ختم ہو جاتا ہے تو پھر بدعنوانی جیسی بیماری جنم لیتی ہے۔ نفحات الانس میں مولانا جامیؒ مشہور صوفی بزرگ شیخ ابو بکر وراقؒ کا بیان کرتے ہیں کہ:

"لوگ تین قسم کے ہیں ایک امراء، دوسرے علماء، تیسرے فقراء، جب امراء بگڑ جاتے ہیں تو رعیت کی معاشی اور کسبی حالت بگڑ جاتی ہے، جب علماء میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو بندگی اور شریعت کے دستور بگڑ جاتے ہیں اور جب فقراء بگڑ جاتے ہیں تو لوگوں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ امراء کا بگاڑ ظلم سے ہے۔ علماء کا بگاڑ طمع سے ہے۔ فقراء کی خرابی کی وجہ دکھاوا ہے۔ 5

ابو بکر وراقؒ کے قول سے یہ بات واضح ہے کہ عصر حاضر میں جو کچھ ہو رہا ہے، ملک کے اندر سے بدعنوانی اور رشوت کا خاتمہ کیا جائے تو بے روزگاری اور معاشی تنگ دستی کا خاتمہ ممکن ہے، حکمران عوام و رعایا میں بگڑتی ہوئی صورتحال پر قابو پانے کیلئے رشوت اور بدعنوانی میں ملوث عناصر کو قانون کے دائرہ میں لاکر پابندِ سلاسل کریں اور احتساب کو قران وسنت کی تعلیمات کے مطابق لاگو کریں تو اس مرض پر قابو جاسکتا ہے اور فضول خرچی اور اضافی اخراجات کو کم کر کے میانہ روی اور اعتدال کا راستہ اختیار کیا جائے تو بدعنوانی کا خاتمہ ممکن ہے۔

اس طرح اگر علماء کرام شریعت اور بندگی کا جو دستور العمل قرآن وسنت میں ہے اس کی اہمیت کو عوام الناس میں اجاگر کریں اور حق بات کو عین شرعی اصول و ضوابط کے مطابق بیان کریں جن معاملات میں اللہ سے ڈرنے اور نافرمانی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، ابو بکر وراقؒ نے علماء کے بگاڑ کی وجہ بھی بتائی کہ جب علماء میں طمع اور لالچ جیسی بیماری جنم لیتی ہے معاشرے بھی اخلاقیات سے گر جاتا ہے۔ علماء عوام الناس میں معاشی، سیاسی، ریاستی، تجارتی معاملات میں جو اسلامی اصول وضوابط ہیں ان کو بیان کریں تاکہ رشوت / بدعنوانی جیسی بیماری سے چھٹکارا پایا جاسکے۔

اسلامی تصوف انسان کے اندر ایک خالق اور مالک ہونے کا احساس جگاتا ہے اور اس کے ساتھ آدمی کے اندر اللہ کے سامنے پیش ہو کر گناہوں کا حساب دینے اور جوابدہی کا احساس بھی پیدا کرتا ہے۔ یہی احساس انسان کو کوئی قسم کی بد عنوانیوں اور برے کاموں سے روکتا ہے۔ ایک صوفی تنہائی میں بیٹھ کر اپنے مالک و خالق کی عبادت کرتا ہے تو اسی خیال کے تحت ہوتا ہے کہ وہ جس کی عبادت کر رہا ہے وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح ایک سرکاری آفیسر اور وزیر کے اندر بھی یہ خیال، احساس ہونا چاہیئے کہ اس کا مالک اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے۔

(لَاتُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ)۔6

"آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو جاننے والا، بڑا خبردار ہے"۔

جب انسان کے اندر یہ احساس اور خیال ہو گا اللہ دیکھ رہا ہے تو آدمی رشوت، بدعنوانی اور کرپشن سے باز رہے گا۔

"لذتوں میں رخنہ انداز اور جانوں کو مٹانے والی چیز (موت) کو یاد کرو جو ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور جو شخص جس قدر موت سے غافل ہوگا اسی قدر دنیا کا ذکر اس کے دل میں مستحکم ہوگا اور طاعت اس کے دل پر گراں گزرے گی اور گناہ آسانی سے کرے گا۔7

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تصوف میں کس طرح شخصیت سازی ہوتی ہے اور آدمی کا دل چونکہ دنیا کے عیش و عشرت سے مانوس ہوتا ہے اور اس لئے وہ اس کے لئے ہر جائز اور ناجائز کام کرنے کو تیار رہتا ہے مگر جب موت کو یاد رکھے گا تو اس کے ذہن میں آخرت کی جواب دہی کا تصور ہوگا تو انسان اللہ کی اطاعت میں آجائے گا اور گناہوں سے دور رہے گا۔ اس میں خود احتسابی جیسی خصوصیات پیدا ہونگی۔

2۔ناخواندگی

کسی بھی ملک و قوم کی ترقی میں رکاوٹ اسوقت پیدا ہوتی ہے۔ جب معاشرہ میں پڑھے لکھے افراد کی کمی ہوتی ہے یا تعلیمی معیار صحیح نہیں

ہوتا معاشرے کی ترقی کا راز اس بات میں پوشیدہ ہے کہ انسانی شعوری طور پر بیدار ہو، عقل، فہم و فراست سے کام لے اور وقت کے ساتھ ساتھ پیش آنے والے حالات کا باریک بینی سے جائزہ لے اور پیش آمدہ مسائل کو اپنی ادراکی قوت کے ذریعے احسن طریقہ سے حل کرے۔ انسان میں شعورِ بیداری اس وقت ہی پیدا ہوتا ہے جب اس میں چھپی ہوئی صلاحیت، قابلیت ظاہر ہو اور اپنی صلاحیتوں کو تصرف میں لا کر عوام الناس کے سامنے پیش کرے۔ یہ سب کچھ تب ہی ممکن ہوگا جب انسان میں چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ ناخواندگی کو دور کرنے کیلئے دور جدید میں بہت سی سہولیات میسر ہیں مگر ان سے بروقت فائدہ اٹھانا اور ان سہولیات کو سمجھنا اور استعمال میں لانا بہت ضروری ہے۔ فی زمانہ ناخواندگی بہت بڑا چیلنج ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہوتا ہے۔

قرآن کی روشنی میں

(قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ - اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ)۔8

"تم فرماؤ: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں"۔

(يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ، وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ)۔9

ترجمہ: اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جنہیں علم دیا گیا۔

(قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ، اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ)۔10

"تم فرماؤ: کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو جائیں گے؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو جائیں گے"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے عالم اور جاہل کی مثال بیان فرمائی کہ جو ان پڑھ اور ناخواندہ ہے اس کو اندھا کہا ہے اور کو پڑھا لکھا اور جاننے والا ہے

اس کو آنکھ والا کہا ہے، اس طرح علم کو روشنی اور بے علم کو اندھیرا قرار دیا ہے۔

حدیث کی روشنی میں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ-11

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس سے اس علم کے بارے میں سوال کیا جائے جس کو وہ جانتا تھا پھر اسے چھپایا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام ڈالی جائے گی"

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ علم رکھنے والے کیلئے ضروری ہے کہ جس طرح سے بھی ہو سکے کم علم رکھنے والے اور پوچھنے والے کو اس کے متعلق مکمل آگاہ کرے۔ تا کہ انسان جس کو کسی چیز کے بارے میں کوئی کمی محسوس ہوتی ہے اس کو پورا کر سکے۔

تعلیمات صوفیاء کی روشنی میں

راحت القلوب (ملفوظاتِ فرید الدین مسعود گنج شکر) میں عقل اور علم کے موضوع پر آپ لکھتے ہیں سب سے جو حضرت آدم علیہ السلام پر جو نازل ہوا وہ موجوداتِ عالم کا علم ہے جو جبرائیل علیہ السلام نے پہنچایا، جب عقل اور علم دونوں حضرت آدم کو پیش کئے گئے تو حضرت آدم علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے کہ کون سی چیز قبول کروں پس آپ نے عقل کو قبول کیا سوچا اس لئے کہ اس سے علم بھی حاصل کروں گا۔ پھر فرمایا کہ تواریخ (کتاب کا نام) میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ لکھتے ہیں کہ ہر چیز کی انتہا ہے اور عبادت کی انتہا عقل ہے، اس لئے کہ بغیر علم کے عبادت کرنا فضول تکلیف ہے اور علم بغیر عقل کے مفت کی سر دردی ہے۔ امام اعظمؒ سے پوچھا گیا کہ آپ ہر آیت اور حدیث سے ہزار مسئلہ استخراج کرتے ہیں یہ کس چیز کی مدد سے کرتے ہیں؟ فرمایا کہ عقل کی مدد سے اگر عقل نہ ہوتی تو شرع کا ایک مسلہ بھی نہ اخراج کر سکتا، شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عقل سب سے شریف چیز ہے اس لئے کہ عقل نہ ہوتی تو معرفت الٰہی کا علم بھی نہ ہوتا۔[12] صوفیاء کرام کے ہاں علم کی بڑی فضلیت ہے اور علم کو معرفت الٰہی کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ ذیل میں کچھ ناخواندگی کی وجوہات کو بیان کیا جاتا ہے۔

ناخواندگی کی وجوہات:

کتمان علم کرنا:

حدیث سے یہ بھی بات واضح ہوتی ہے جو لوگ علم رکھتے ہیں اگر وہ اس علم کو دوسروں لوگوں تک نہیں پہنچاتے اور کتمان علم کرتے ہیں تو یہ بھی علم کے پھیلاو میں رکاوٹ ہے اور ناخواندگی بڑھانے کی وجہ ہے۔ جو کتمانِ علم کرتے ہیں ان کے بارے میں بڑے عذاب کی وعید آئی ہے، علم کو فروغ دے کر نیکی سمجھ کر پھیلانا صدقہ جاریہ ہے اور ناخواندگی کو کم کیا جاسکتا ہے۔

معاشی بدحالی:

ملکی سطح پر ناخواندگی کی سب سے بڑی وجہ مالی کمزوری ہے۔ ایک سروے کے مطابق پاکستان کے 64 فیصد سے زیادہ لوگ غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ پاکستان کے زیادہ تر لوگ قومی اجرت سے کم کماتے ہیں اور تعلیم کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتے چنانچہ زیادہ تر بچے پڑھائی کے بجائے روزی روٹی کمانے میں لگ جاتے ہیں۔ یہ بچے کمانے میں اپنا زیادہ وقت ضائع کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ پڑھائی سے محروم رہتے ہی۔ جبکہ گورنمنٹ کی طرف سے لیبر چائلڈ ایکٹ بھی بنایا گیا ہے جو بچوں کو چھوٹی عمر میں کام کرنے اور مزدوری کرنے سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔

تعلیمی سہولیات کا فقدان:

پاکستان میں زیادہ تر دیہی علاقوں کو مناسب تعلیمی سہولیات میسر نہیں ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دیہی علاقوں کے بچوں کو معمول کے مطابق شہروں میں جانا ہوتا ہے لیکن یہ ان کے لیے بہت مشکل ہے کیونکہ انھیں ٹرانسپورٹ کے مسائل کا سامنا ہے اور وہ یہ اخراجات برداشت نہیں کرسکتے۔ شہروں کے مقابلے دیہی علاقوں میں تعلیمی سہولیات اور فیکلٹی نہیں ہے۔ ان کے پاس تربیت یافتہ اساتذہ، مناسب عمارت اور جدید تدریسی نظام نہیں ہے۔

بے روزگاری:

بے روزگاری پاکستان میں ناخواندگی کی ایک اور وجہ ہے۔ جو لوگ بے روزگار ہیں وہ اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ان کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ وہ اپنے بچوں کی پڑھائی کا خرچہ اٹھاسکیں۔ بے روزگاری کو ختم کرنے کے ساتھ مہنگائی کے طوفان کو بھی کنٹرول کیا جائے تاکہ غرباء اور مزدور طبقہ کو آسائش حاصل ہو اور بچوں کو تعلیم دلاسکیں۔

موجودہ دور میں ناخواندگی اور جہالت نے ترقی پذیر ملکوں میں گھمبیر صورتحال اختیار کی ہوئی ہے اور پاکستان میں بھی بے روزگاری اور مہنگائی میں اضافہ ہو رہا ہے اور خاص کر غریب لوگ ناخواندگی کا شکار ہیں اور علم سے لاعلمی اور اس

سے دوری کی وجہ سے اس میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ دین اسلام نے جو معاشی، معاشرتی، علمی میدان میں ترقی کے اصول وضع کئے ہیں ان پر عمل کرنا اور ان کولاگو کرنا ناخواندگی میں کمی واقع ہو سکتی ہے، ملکی اور سرکاری سطح پر ختم کرنے کے ممکنہ اقدامات کرنا چاہئیں۔

3۔ معاشرتی بے حسی

موجودہ دور میں انسانی معاشرہ میں جو بگاڑ اور خود غرضی اور بے حسی سی کیفیت پائی جاتی ہے ایک لمحہ فکریہ ہے اور بہت بڑا چیلنج ہے اس وقت معاشرے کو سنبھالنے اور سدھارنے کی ضرورت ہے۔ انسانی معاشرے کی بقاء اور اس کے مستحکم قیام کیلئے اسلامی ادب میں بہت زور دیا گیا ہے اور معاشرہ ہی وہ بنیادی اکائی ہے جس سے قومیں بنتی ہے اور جب قوم مستحکم و مربوط ہوتی ہے تو ایک مستحکم ریاست قائم ہوتی ہے۔ جہاں دوسرے مذاہب اور دیگر علوم میں معاشرے کی استحکام پر زور دیا گیا ہے وہاں اسلامی تصوف نے بھی معاشرے میں امن اور باہمی یگانگت کے فروغ میں اہم کردار ادا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

قرآن کی روشنی میں

(اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ)۔13

"برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کر دو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہو گی وہ اس وقت ایسا ہو جائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے۔"

(وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ)۔ 14

ترجمہ: اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

(وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ) ۔15

"اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے"

حدیث کی روشنی میں

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللہ، أخبرني بعمل يدخلني الجنة:فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، ذَرْهَا ۔16

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ایسا عمل بتائیں کہ جنت میں داخل ہو جاوں" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رشتہ داریوں کو قائم رکھو"

أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ :إِنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ:أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ-17

"محمد بن جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قطع رحمی کرنیوالا جنت میں داخل نہ ہو گا"۔

قرآن وحدیث میں جہاں نماز، روزہ، زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے وہاں پر اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ آپس میں رشتہ داریاں قائم رکھیں، جس سے انسانی معاشرے کی فضلیت اور اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ تمام اقوام اور قبائل مل جل کر رہیں اور آپس میں اتحاد اور اتفاق کو فروغ دیں اور باہمی محبت وبھائی چارہ قائم کریں، مگر یہ سب کچھ دنیاوی فائدے اور معاشرے میں امن قائم کرنے کیلئے ہے قرآن وسنت کے احکام کی تعمیل بھی ہوتی ہے اصل جو باہمی اتفاق کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے وہ اس لئے کہ اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ عزت وعظمت والا وہ شخص ہے جس کا معاشرے میں کردار، فعل شریعت کے مطابق ہو۔ اللہ کی معرفت اور قرب کی جو بنیادی وجہ ہے وہ صرف اللہ کی خالص اور پُر خلوص طریقے سے بندگی اور اس کی اطاعت وفرمابرداری کرنا ہے ایسے ہی شخص کو اللہ کے ہاں مقبول ومعروف مقام حاصل ہوتا ہے اور وہی اللہ کی بارگارہ میں عزت والا مقام پائے گا۔

معاشرتی امن اور صوفیاء کرام

صوفیہ کرام کا ایک اہم خُلق تحمل، جذبہِ اور ایثار ہے جس کی بنیاد سنتِ رسول ہے اور جس کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں کی دی ہوئی اذیت کو برداشت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کے تحمل ورواداری کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی کسی خادم کو برا بھلا نہ کہا کسی خادم کو نہ جھڑکا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ طویل عرصہ تک خدمتِ رسول میں رہے اس عرصہ میں آپ نے اف تک نہ کہا۔ تحمل یعنی دوسروں کی اذیت برداشت کرنے سے نفس کا جوہر کھلتاہے، ہر شیئ کا ایک جوہر ہوتا ہے انسان کا جوہر عقل ہے اور عقل کا جوہر صبر و تحمل ہے۔ معاشرے میں بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اہم اسلامی تبلیغی امور میں سے ہے، صوفیاء کرام نے حسن سلوک، محبت اور حسن خلق کو ملحوظ خاطر رکھا اور ایسا دین تبلیغ کا طریقہ اپنایا کہ جو دشمن تھے وہ بھی گہرے دوست اور مخلص مسلمان بن گئے۔ رنج والام اور آزمائش کے وقت صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ جیسا کہ فی زمانہ مہنگائی اور بے روزگاری اور

افرا تفری کا دور دورہ اور ہر ایک انسان پریشان نظر آتا ہے تو ایسے وقت میں صبر سے کام لینا اور برداشت کرنا بے شک ہمت کا کام ہے۔ ایسا ہی درس ہمیں صوفیاء کرام کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

صوفیاء کرام کی ساری زندگی خالص اللہ کی بندگی اور خدمت خلق میں گزرتی ہے اور ان کا مقصد اور مشن بھی بقائے باہمی اور معاشرے کے امن کو فروغ دینا اور شریعت کی مکمل پاسداری کرنا ہے۔ صوفیاء کرام نے ہر دور میں جہاں کہیں بھی معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوا یا بگڑے ہوئے حالات کی وجہ سے معاشرے میں بے اعتدالی پیدا ہوئی تو اصفیاء نے ثابت قدمی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور اس کو رفع کیا۔ چاہیئے وہ شیخ عبد القادرؒ کا زمانہ ہو یا امام غزالیؒ کا دور ہو یا، امام ابن تیمیہؒ کا زمانہ ہو، مجدد الف ثانی کا پر فتن دور ہو یا شاہ ولی اللہ کا دورؒ ہو۔ جب تک اسلامی معاشرہ دین اسلام کی تعلیمات اور اسلامی افکار سے جڑا رہے گا اس وقت تک امن اور پیداری رہے گی۔

4۔ مساوات کا فقدان

موجودہ میں مساوات کی عدم فراہمی بہت بڑا چیلنج ہے جس کا مطلب ہے کہ ایک چیز کا میعار دوسری چیز سے مختلف ہونا ہے اور خواہ یہ معاشرتی طور پر ہو، معاشی طور پر ہو یا تعلیمی میدان میں ہو۔ مساوات کی عدم فراہمی ملک و قوم کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اور جب تک عوام الناس میں برابری کی سطح پر انصاف نہیں ملے گا، معاشی و تعلیمی سرگرمیاں میں برابری نہیں ہوگی اسوقت تک خوشحالی اور ترقی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ انصاف کے بغیر کسی بھی قوم کے لیے خوشحالی اور غربت کے خاتمے کے اہداف کا حصول ممکن نہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جس نے انصاف کی عدم دستیابی کی صورت میں ترقی حاصل کی ہو۔ پاکستان کی ترقی کی راہ میں واحد رکاوٹ ناانصافی اور دیر سے انصاف کی فراہمی ہے۔ جرائم کی شرح میں اضافے کی واحد وجہ بھی انصاف کی عدم دستیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ

(وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ)۔[18]

"اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا"

(هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا)۔[19]

"وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا"

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کو ایک جان سے پیدا کیا گیا ہے اور تو پھر آپس میں نفرت، لڑائی جھگڑے، دوریاں اور بغض رکھنا، مال ناحق کھاجانا اور غریبوں اور کمزور لوگوں کو عزت نہ دینا، جب انسان کی پیدائش ایک جان سے ہوئی ہے تو مساوات اور برابری کو مد نظر رکھتے ہوئے معاشرے میں امن اور سکون لایا جاسکتا ہے۔

حدیث اور مساوات

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي وَسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَقَالَ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى۔[20]

"ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہاہم سے سعید الجریری نے بیان کیا، انہوں نے ابو نضرہ سے، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ تشریق کے دنوں میں سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو، یقیناً تمہارارب ایک ہے اور تمہاراباپ ایک ہے، کیا کسی عربی کو کسی عجمی پر، عجمی کو کسی عربی کو عجمی پر، کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے؟سوائے تقویٰ کے"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: «مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ، يَدْعُو إِلَى عَصَبِيَّةٍ، أَوْ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ، فَقِتْلَتُهُ جَاهِلِيَّةٌ."۔[21]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” :جو شخص گمراہی کے جھنڈے تلے لڑے، عصبیت کی دعوت دے، اور عصبیت کے سبب غضب ناک ہو، اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

ناانصافی اور عصبیت کا خاتمہ کرنے سے انصاف کا بول بالا ہو گا اور معاشرے میں اور ریاست کے اندر امن وسکون فروغ پائے گا دنیااور آخرت میں بھی کامیابی کی ضمانت ہے۔ عصر حاضر میں عصبیت کاپایاجاناایک لمحہ فکریہ ہے۔

حدیثِ رسول ﷺ سے انسانیت کو مساوات کا درس ملتاہے رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ بالا فرمان زندگی کے ہر شعبہ ہائے میں مکمل طور پر لاگو ہوتا ہے اور مساوات کی تمام اصناف میں یکسانیت کا درس دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عصبیت اور اقرباپروری کا خاتمہ کرتا ہے۔ اسلام کے جامع اصول وقوانین کا پابند معاشرہ ہی وحدت ومساوات اور محبت ورافت، رحم دلی وخیر خواہی، ہمدردی وغمگساری اور ایک دوسرے کی نصرت واعانت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہو سکتا ہے۔ یہی اسلامی وحدت ومساوات ہی وہ قوت وطاقت تھی، جس کے سامنے دشمن کی کوئی فوج نہ ٹک سکی۔ اسی مساواتِ اسلامی کا اثر تھا کہ غزوۂ موتہ میں ایک آزاد کردہ غلام سیدنازید بن حارثہؓ سپہ سالار اعظم بنائے گئے اور مرض الوفات میں اللہ کے رسول نے جو لشکر روانہ فرمایا تھااسکے سپہ سالار سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ تھے، جن کے ماتحت ابو بکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت تمام کبار صحابہ تھے۔ یہی اسلامی مساوات کارفرما تھی کہ فتحِ مکہ کے دن سیدنا بلال حبشیؓ بیت اللہ شریف کی چھت پر کھڑے ہو کر اذانِ توحید دے رہے تھے اور مشرکین کے

بعض سر دار احساسِ ذلت سے کہہ رہے تھے کہ کاش میں اس منظر کو دیکھنے سے پہلے مر چکا ہوتا۔ جب تک معاشرے سے عصبیت اور ناانصافی کا خاتمہ نہیں ہوتا تب تک موجودہ دور میں امن و آشتی اور ترقی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔

V۔ بے روزگاری

آجکل کے دور میں بے روزگاری ایک گمبھیر مسئلہ بنتا جارہا ہے اور جس کی وجہ سے انسان کی روزمرہ زندگی سکڑ کر رہ گئی ہے اور ہر انسان اس آفت کی وجہ سے پریشان وپشیمان نظر آتا ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں بے سکونی اور بے حسی بڑھتی جارہی ہے جس کی موجودہ دور میں کئی وجوہات ہیں جن میں چند وجوہات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

I۔ قرآن وسنت کی تعلیمات سے دوری

عصرِ حاضر میں ہر انسان ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں ہے خواہ وہ کاروبار کا میدان ہو یا تجارت ولین دین یا معاملات ہوں، یا مال وزر کو جمع کرنے کی ہوس ہو اس چیز نے انسان کی اتنا مصروف کر دیا ہے کہ وہ دنیا میں آنے کا مقصد ہی بھول گیا ہے اور اسلامی تعلیمات اور اللہ ورسول ﷺ کے فرمودات کو بھول گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ)۔[22]

"تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے"

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے، ایسا نہیں بلکہ ہم نے تمہیں عبادت کے لئے پیدا کیا تاکہ تم پر عبادت لازم کریں اور آخرت میں تم ہماری طرف لوٹ کر آؤ تو تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دیں۔

(اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی)۔[23]

"کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گا"

جب ہماری پیدائش کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور ہم شریعت کے احکام سے آزاد بھی نہیں ہیں اور ہمیں قیامت کے دن اپنے ہر عمل کا حساب بھی بہر صورت دینا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو کر دنیا کے کام دھندوں میں ہی مصروف رہنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ اپنے کام اور روزمرہ کے معاملات میں اگر اعتدال کو مدنظر رکھا جائے اور انسانی معاشرے میں انسان کا دنیا میں آنے کا مقصد واضح کیا جائے تو فارغ رہنے کی بجائے کام کاج اور محنت مزدوری کو ترجیح دے گا جس پر غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

ارتکاز دولت کی ممانعت

ارتکاز دولت کا مطلب ہے کہ دولت کا چند مال داروں کے ہاتھوں میں گردش کرنا اور بڑے پیمانے پر دولت کو جمع کرنا مراد ہے اس بات یہ چیز صاف عیاں ہوتی ہے کہ جب دولت اور مال اور مال وزر کی گردش مال دار طبقوں میں رہے

اور غریب اور نادار لوگ دولت سے دور رہیں گے تو مفلسی اور تنگ دستی پیدا ہو گی اور بے روزگاری میں اور افلاس و غربت میں زیادتی ہو گی اس وجہ سے قرآن میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ

(كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ)۔[24]

"ایسا نہ ہو کہ دولت صرف سرمایاداروں ہی میں گردش کرتی رہے"

مندرجہ بالا آیت کے مفہوم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب تک دولت اور مال وزر کی فراہمی عام انسان اور غریب طبقہ تک رسائی نہیں ہو گی تب تک غربت وبے روزگاری کا خاتمہ ممکن نہیں ہے۔

اگر اسلام نے جائز ذرائع سے دولت کمانے کی اجازت دی ہے تو ساتھ ساتھ ایسے مال کے حقوق ادا کرنے کا بھی پابند بنایا ہے۔ اگر مال نصاب کو پہنچ گیا ہے تو اس کا چالیسواں حصہ زکوۃ دو، صدقہ فطر ادا کرو، قربانی دو، حج اور عمرہ کے لیے خرچ کرو، غربا و مساکین کو صدقہ خیرات دو۔ اگر یہ حقوق ادا کیے جائیں تو ارتکازِ زر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مال خرچ کرنے سے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ایک طرف مستحقین کی حاجت بر آری ہوتی ہے اور دوسری طرف خرچ کرنے والے سے بخل کا مادہ دور ہو کر اس میں اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ نے تقسیم مال کی ایک اور صورت بھی لازمی قرار دی ہے اور وہ ہے وراثت کی تقسیم۔ مال دار آدمی کے مرنے کے بعد جائیداد میں سے پہلے قریبی رشتہ داروں کو حصہ ملتا ہے اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو دور کے رشتہ دار حصہ دار بن جاتے ہیں۔ اسلام نے یہ تمام طریقے ارتکاز دولت کو روکنے کے لیے رکھے ہیں۔ الغرض اسلام کا نظام معیشت ہی بہترین نظام ہے جو ارتکاز کو روک کر مال کو زیادہ سے زیادہ پھیلنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

تصوف اور بے روزگاری کا سدباب

موجودہ دور میں جو افلاس و تنگی اور غربت کی صورتحال ہے اس کو ختم کرنے اور کسی حد تک اس صورتحال پر قابو پانے میں صوفیا کی تعلیمات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ہر مشکل وقت میں اللہ پر بھروسہ کرنا اور صبر وشکر سے مدد چاہنا صوفیاء کا شیوا رہا ہے۔ جیسا کہ ابو طالب مکیؒ فرماتے ہیں۔

معناه: ارجعوا اليه من هوى نفوسكم،ومن وقوفكم مع شهواتكم، عسىٰ ان تظفروا ببغيتكم فى المعاد، وكى تبقوا ببقاء الله عزوجلّ فى نعيم لازوال له ولا نفاد، ولكى تفوزواوتسعدوا بدخول الجنة،وتنجوا من النار،فهذا هو الفلاح۔[25]

مراد یہ ہے کہ اے ایمان والو: اپنا رخ اللہ کی طرف کر لو اور نفسانی خواہشات سے منہ موڑ لو، جن نفسانی لذتوں میں گم ہوا نہیں ترک کر دو، اس امید پر کہ آخرت میں اپنی یہ سب خواہشات ولذّات پانے میں کامیاب ہو جاو اور اللہ کی ایسی

ابدی نعمتیں پالو جنہیں زوال ہو گا نہ وکبھی ختم ہو نگی اور بارگاہِ ایزدی میں سرخرو ہو کر جنت پانے میں کامیاب ہو جاو اور تمہیں جہنم سے نجات مل جائے یہ ہی حقیقی کامیابی ہے۔

وقد سئل الجنیدؒ عن الصبر فقال: حمل المئون الله تعالیٰ حتی تنقضی اوقات المکروہ۔[26]

جنید بغدادیؒ سے صبر کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ :تکلیف کافقط اللہ کیلئے اس وقت تک برداشت کرنا کہ وہ ٹل جائے صبر کہلاتا ہے۔

واوسط المزید دوام الحال،ومتابعة الخدمة والاستعمال۔وقد یکون المزیدُ اخلاقاً،وقد یکون علوماً،وقد یکون فی الآخرة،وتثبیتاًعندالفراق العاجلة۔[27]

شکر کرنے پر جو مزید انعام ہے،وہ اخلاق کی صورت،علوم کی صورت میں،آخرت میں انعام کی صورت میں ملتا ہے اور اسی طرح موت کے وقت ثابت قدمی کی صورت میں انعام ملتا ہے۔

خلاصہ بحث

عصر حاضر میں معاشرے میں اسلامی تعلیمات اور صوفیاء کا طرزِ زندگی اپنا کر امن قائم کیا جاسکتا ہے موجودہ وقت میں جو معاشرے کے اندر بے چینی اور بے سکونی پائی جاتی ہے اس کو، آپس میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے، بھائی چارہ قائم کرنے اور ایک دوسرے کے قصور اور باہمی چپقلش کو ختم کرنے سے امن میں بدلنا جاسکتا ہے اور بدامنی کا خاتمہ ہو سکتا ہے ،دوسری طرف جو مذہبی اور مسلکی بنیاد پر معاشرے میں نفرت اور ایک دوسرے میں دوری پائی جاتی ہے اس کو ختم کرنے سے بھی معاشرے میں امن قائم ہو سکتا ہے،اسی طرح مثبت سوچ اور فکر کا فروغ دے کر معاشرے میں ایک دوسرے کو قریب لایا جاسکتا ہے اور سنی سنائی باتوں پر غور نہ کیا جائے بلکہ معاملہ کی مکمل چھان بین کر کے اس کی تہہ تک پہنچا جائے تا کہ جو بنیادی ذرائع اور اسباب و محرکات ہیں ان کا کھوج لگایا جائے۔یہ وقت کی ضرورت ہے اور صوفیاء کرام کی زندگی میں ہمیں اسی چیز کا درس ملتا ہے ،اصل صوفی وہی ہوتا ہے جس نے ساری زندگی شریعت مطہرہ کے تابع گزاری ہو۔صوفیاء کرام نے کبھی مسلک یا مذہب کے بارے میں ایسی بات نہیں کی جس سے معاشرے میں بدامنی پیدا ہو مذہبی منافرت کا سبب بنے،بلکہ ہمیشہ توحید وسنتِ رسول ﷺ کا درس دیا۔اور اس کے ساتھ ساتھ ناانصافی اور عصبیت کو ختم کرنے کا درس دیا ہے جو اس وقت ملک وملت کی ترقی کیلئے بہت ضروری ہے۔اس کے ساتھ صوفیاء کرام نے بھی اپنی زندگیوں میں غربت اور مفلسی کا سامنا کیا اور اس پر صبر کیا اور استقامت سے ڈٹے رہے اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کیا۔صبر وشکر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی اس طرح اگر موجودہ دور میں بھی بے روزگاری اور غربت پر قابو پانے کیلئے صوفیاء کرام کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اس پر کنٹرول حاصل کیا جاسکتا ہے۔

سفارشات:

موجودہ دور میں بدعنوانی اور اس کے محرکات جو ہیں ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے ضروری ہے کہ قومی وملکی سطح پر سخت سے سخت قوانین بنائے جائیں اور ایسے ادارے قائم کئے جائیں جو مکمل قانونی احکام کی پر عمل درآمد کروائیں تاکہ ملک سے جلد از جلد کرپشن کا خاتمہ ہوسکے۔

عصر حاضر میں ناخواندگی کی شرح کو کم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ جدید دور کی سہولیات سے آراستہ نظام کو سکول/کالجز/یونیورسٹیز میں متعارف کروایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ علم کی روشنی بآسانی طریقے سے عوام الناس میں پہنچ سکے۔

علم کو صدقہ جاریہ سمجھ کر پھیلایا جائے تو ناخواندگی کو کم کیا جاسکتا ہے۔

دین اسلام نے جو معاشی، معاشرتی، علمی سیاسی میدان میں ترقی کے اصول وضع کئے ہیں ان پر عمل کرنا اور ان کو لاگو کر کے ناخواندگی میں کمی واقع کی جاسکتی ہے۔ ناانصافی اور عصبیت کو ختم کرنے کیلئے قومی وملکی سطح پر آواز بلند کرنی چاہیئے اور ناانصافی اور عصبیت کو ہوا دینے والے محرکات کا تعین کر کے قانونی چارہ جوئی کرنے چاہیئے۔

عصر حاضر میں صوفیاء کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور صوفیاء کرام کے حالات اور ان کی زندگیوں اور سیرت کا مطالعہ کیا جائے اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر دورِ حاضر کے چیلنجز پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بھی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1]۔ البقرۃ:2، آیت:188

[2]۔ النساء:4، آیت:29

[3]۔ طبرانی، سلیمان بن أحمد، المعجم الأوسط، ج،6: ص310، باب المیمَن اسْمُہُ: مُحَمَّدٌ دار الحرمین، القاھرۃ، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۵ء

[4]۔ تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکاۃ المصابیح، رقم الحدیث، 2772، المکتب الإسلامي، الطبعۃ: الثالثۃ، بیروت، 1985 (الألباني)

[5]۔ جامی، عبد الرحمن، نفحات الانس (مترجم) ص، 158: اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز، لاہور، 2002ء

[6]۔ الانعام، 143:6

[7]۔ ہشت بہشت، ملفوظات مسعود گنج شکر، مجلس:14 ص80، شبیر برادرز، لاہور 2006ء

[8]۔ الزمر:39، آیت:9

[9]۔ المجادلہ:58، آیت:11

[10]۔الرعد:13، آیت:16

[11]۔ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذي، کتاب العلم، باب بَابُ مَا جَاءَ فِي كِتْمَانِ الْعِلْمِ:2649، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی، مصر، الطبعۃ:الثانیۃ، ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء

[12]۔راحت القلوب، ملفوظات مسعود گنج شکر، ص،41 شبیر برادرز، لاہور 2006ء

[13]۔حم سجدہ:41، آیت:34

[14]۔العمران:3، آیت:186

[15]۔الحجرات:49، آیت:13

[16]۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب فَضْلِ صِلَةِ الرَّحِمِ:رقم الحدیث:5637، دار ابن کثیر، دمشق، الطبعۃ:الخامسۃ، ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۳ء

[17]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب فَضْلِ صِلَةِ الرَّحِمِ:رقم الحدیث:5638، دار ابن کثیر، دمشق، الطبعۃ:الخامسۃ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

[18]۔القرآن:70:17

[19]۔القرآن:189:7

[20]۔ أحمد بن حنبل(۱۶۴-۲۴۱)، امام، مسند أحمد، حدیث23489، مؤسسۃ الرسالۃ، عدد الأجزاء:۵۰، الطبعۃ:الأولی، ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۱ء

[21]۔ابن ماجہ، محمد بن یزید القزويني(م ۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجہ، بَابُ الْعَصَبِيَّةِ، رقم الحدیث3948، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ۔

[22]۔القرآن:115:23

[23]۔القرآن:36:75

[24]۔القرآن07:59

[25]۔مکی، ابوطالب، محمد بن علی، قوت القلوب، ج2، باب، مقامات الیقین واحوال، ص499، دارالتراث، قاہرہ، مصر۔2001ء

[26]۔طوسی، ابو نصر سراج، عبد اللہ بن علی، اللمع، باب: فی المقامات و حقایقھا، ص76، دار لکتب الحدیثۃ بمصر 1960ء /1380ھ

[27]۔مکی، ابوطالب، محمد بن علی، قوت القلوب، حصہ دوئم، شرح مقام شکر، ص564، دارالتراث، جامعۃ القاھرہ، مصر.2001ء